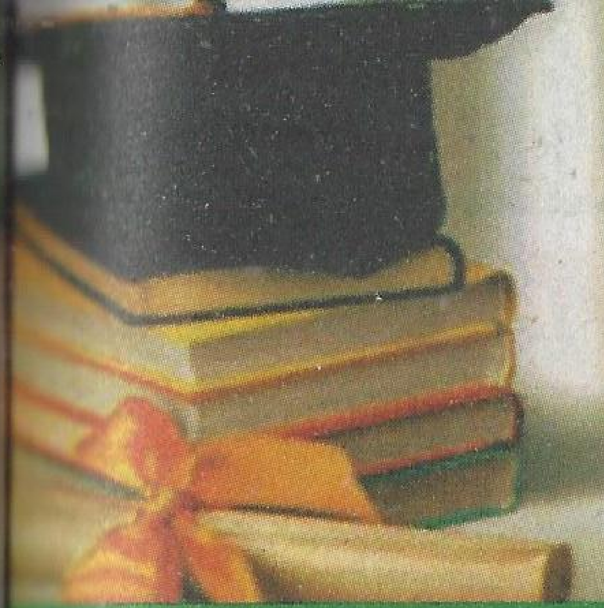

نواں باب

پاکستان میں تعلیم

EDUCATION IN PAKISTAN

1۔ ترقی کے لیے تعلیم کی اہمیت: (پاکستان کی تعلیمی پالیسی کے خصوصی حوالے سے)

کسی بھی ملک کی ترقی اور فروغ میں تعلیم کو ایک اہم مقام حاصل ہے اور اس کی بدولت افراد علم و آگہی کی دولت سے مالا مال ہو جاتے ہیں۔ علم ایک ایسی قوت اور دولت ہے جو استعمال کرنے سے بڑھتی ہے۔ تعلیم کی اہمیت یہ ہے کہ:

(i) تعلیم نے انسانوں کو ارتقا کے کئی مراحل سے گزرنے میں مدد کی ہے۔ جس کی بدولت انسان سائنس اور فنیت کے موجودہ دور تک پہنچ سکا ہے۔

(ii) تعلیم نے انسان کی مدد کی کہ وہ زمین پر فطری قوتوں پر قابو پا سکے اور خلا کے بے شمار رازہائے سربستہ کو افشاں کر سکے۔

(iii) تعلیم کسی قوم کے نظریے کو سمجھنے اور اُس نظریے کو استحکام بخشنے کے طریقے تجویز کرنے میں مدد دیتی ہے۔

(iv) تعلیم افراد میں قوم پرستی اور حب الوطنی کے جذبات کو فروغ دیتی ہے۔

(v) تعلیم کسی بھی شہری کو اُس کے حقوق و فرائض کی آگاہی میں مدد دیتی ہے تاکہ معاشرے کی فلاح و بہبود اور فروغ میں اپنا کردار ادا کر سکے۔

(vi) تعلیم سے لوگوں کی تخلیقی صلاحیتوں کے فروغ میں مدد ملتی ہے۔ جس سے معاشرے میں صحت مند اور تعمیری تبدیلیوں کا عمل تیز تر ہو جاتا ہے۔

(vii) تعلیم یہ سمجھنے میں مدد دیتی ہے کہ تعلیمی ارتقا اور معاشی ترقی کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ تعلیم کا معیار جتنا زیادہ بلند ہوگا افراد بھی اُتنے ہی ہنرمند ہوں گے اور اُتنا ہی زیادہ وہ ملک کو ترقی دے سکتے ہیں۔

(viii) تعلیم قدرتی وسائل کی تلاش اور اُن کی افادیت میں مدد دیتی ہے۔

(ix) تعلیم انسانی وسائل کے فروغ میں سب سے بہترین سرمایہ کاری ہے۔ تعلیم کے توسط سے ہی سائنسی تکنیکی ترقی ممکن ہے۔

پاکستان کی تعلیمی پالیسی میں تعلیم کی اہمیت:

حکومت نے مختلف اوقات اور ادوار میں جو تعلیمی پالیسیاں متعارف کرائی ہیں اُن سے تعلیم کی افادیت اور اہمیت ظاہر ہو جاتی ہے۔ 1947ء میں آزادی کے بعد سے اب تک مندرجہ ذیل تعلیمی پالیسیاں متعارف کرائی گئی ہیں۔

(i) تعلیمی کانفرنس 1947ء

(ii) قومی تعلیم کے لیے کمیشن کی رپورٹ 1959ء

(iii) تعلیمی پالیسی 1972ء تا 1980ء

(iv) تعلیمی پالیسی 1978ء

(v) قومی تعلیمی پالیسی (1998ء تا 2010ء)

1947ء سے 1998ء تک تمام تعلیمی پالیسیوں نے خواندگی کے فروغ، عالمی ابتدائی تعلیم، تعلیم کے معیار میں بہتری اور سائنس و ٹیکنالوجی کی تعلیم کے فروغ پر زور دیا ہے۔ اساتذہ کی تربیت کے معیار، درسی کتابوں اور امتحانی اور آزمائشی نظام میں بہتری پر بھی زور دیا گیا ہے۔ ابتدائی اور پرائمری تعلیم اور شرح خواندگی بڑھانے کے لیے بڑے بڑے اہداف مقرر کیے گئے ہیں۔ لیکن حقیقتاً یہ اہداف حاصل نہیں ہو سکے۔ اِتنے سال گزرنے کے بعد بھی شرح خواندگی صرف 51 فیصد ہے۔

1972ء تا 1980ء کی تعلیمی پالیسی کا انتہائی پہلو یہ تھا کہ نجی تعلیمی اداروں کو قومی تحویل میں لے لیا گیا تھا مگر اس سے تعلیمی نظام کو سخت نقصان پہنچا۔ 1978ء کی تعلیمی پالیسی میں اسلامیات اور مطالعہ پاکستان کی تعلیم کو گیارھویں سے ڈگری کی سطح تک لازمی قرار دے دیا گیا۔ اس دور میں تعلیم کی بہتری کے لیے سوشل ایکشن پروگرام کے تحت بچوں اور لڑکیوں کے لیے نئے اسکول کھولے گئے۔ ایک خواندگی کمیشن اس مقصد کے لیے قائم کیا گیا کہ پورے ملک میں خواندگی کو عام کیا جائے۔ لیکن عملاً ان پالیسیوں میں طے کردہ تعلیم کے مقاصد اور اہداف حاصل نہیں کیے جا سکے۔ اس کی وجوہات تعلیم کے مختلف شعبوں کے لیے انتہائی معمولی فنڈ کی دستیابی اور تعلیمی اداروں کی ناقص نگرانی اور بدانتظامی شامل ہیں۔ نجی شعبے کو بالکل نظرانداز کر دیا گیا اور تعلیم کی فروغ کی کوششوں سے دور کر دیا گیا۔ امتحانات کا نظام بے شمار بدعنوانیوں، بددیانتیوں اور مجرمانہ غفلت کے نتیجے میں تباہ ہو گیا۔ اساتذہ کے تربیتی نظام کو بہتر نہیں بنایا جا سکا۔ اسی لیے حکومت نے ایک جامع تعلیمی پالیسی بنانے کا فیصلہ کیا تاکہ جدید دنیا اور جدید عہد کے چیلنجوں کا مقابلہ کیا جا سکے۔ اس پس منظر میں قومی تعلیمی پالیسی برائے 1998ء تا 2010ء تیار کی گئی اور پورے ملک میں نافذ کر دی گئی۔

نواں باب

پاکستان میں تعلیم
EDUCATION IN PAKISTAN

1- ترقی کے لیے تعلیم کی اہمیت: (پاکستان کی تعلیمی پالیسی کے خصوصی حوالے سے)

کسی بھی ملک کی ترقی اور فروغ میں تعلیم کو ایک اہم مقام حاصل ہے اور اس کی بدولت افراد علم و آگہی کی دولت سے مالا مال ہو جاتے ہیں۔ علم ایک ایسی قوت اور دولت ہے جو استعمال کرنے سے بڑھتی ہے۔ تعلیم کی اہمیت یہ ہے کہ:

(i) تعلیم نے انسانوں کو ارتقا کے کئی مراحل سے گزرنے میں مدد کی ہے جس کی بدولت انسان سائنس اور فنیت کے موجودہ دور تک پہنچ سکا ہے۔

(ii) تعلیم نے انسان کی مدد کی کہ وہ زمین پر فطری قوتوں پر قابو پا سکے اور خلا کے بے شمار رازہائے سربستہ کو افشاں کر سکے۔

(iii) تعلیم کسی قوم کے نظریے کو سمجھنے اور اُس نظریے کو استحکام بخشنے کے طریقے تجویز کرنے میں مدد دیتی ہے۔

(iv) تعلیم افراد میں قوم پرستی اور حب الوطنی کے جذبات کو فروغ دیتی ہے۔

(v) تعلیم کسی بھی شہری کو اُس کے حقوق و فرائض کی آگاہی میں مدد دیتی ہے تا کہ معاشرے کی فلاح و بہبود اور فروغ میں اپنا کردار ادا کر سکے۔

(vi) تعلیم سے لوگوں کی تخلیقی صلاحیتوں کے فروغ میں مدد ملتی ہے جس سے معاشرے میں صحت مند اور تعمیری تبدیلیوں کا عمل تیز تر ہو جاتا ہے۔

(vii) تعلیم یہ سمجھنے میں مدد دیتی ہے کہ تعلیمی ارتقا اور معاشی ترقی کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ تعلیم کا معیار جتنا زیادہ بلند ہوگا افراد بھی اُتنے ہی ہنر مند ہوں گے اور اُتنا ہی زیادہ وہ ملک کو ترقی دے سکتے ہیں۔

(viii) تعلیم قدرتی وسائل کی تلاش اور اُن کی افادیت میں مدد دیتی ہے۔

(ix) تعلیم انسانی وسائل کے فروغ میں سب سے بہترین سرمایہ کاری ہے۔ تعلیم کے توسط سے ہی سائنسی تکنیکی ترقی ممکن ہے۔

پاکستان کی تعلیمی پالیسی میں تعلیم کی اہمیت:

حکومت نے مختلف اوقات اور ادوار میں جو تعلیمی پالیسیاں متعارف کرائی ہیں اُن سے تعلیم کی افادیت اور اہمیت ظاہر ہو جاتی ہے۔ 1947ء میں آزادی کے بعد سے اب تک مندرجہ ذیل تعلیمی پالیسیاں متعارف کرائی گئی ہیں۔

(i) تعلیمی کانفرنس 1947ء

(ii) قومی تعلیم کے لیے کمیشن کی رپورٹ 1959ء

(iii) تعلیمی پالیسی 1972ء تا 1980ء

(iv) تعلیمی پالیسی 1978ء

(v) قومی تعلیمی پالیسی (1998ء تا 2010ء)

1947ء سے 1998ء تک تمام تعلیمی پالیسیوں نے خواندگی کے فروغ، عالمی ابتدائی تعلیم، تعلیم کے معیار میں بہتری اور سائنس و ٹیکنالوجی کی تعلیم کے فروغ پر زور دیا ہے۔ اساتذہ کی تربیت کے معیار، درسی کتابوں اور امتحانی اور آزمائشی نظام میں بہتری پر بھی زور دیا گیا ہے۔ ابتدائی اور پرائمری تعلیم اور شرح خواندگی بڑھانے کے لیے بڑے بڑے اہداف مقرر کیے گئے ہیں۔ لیکن حقیقتاً یہ اہداف حاصل نہیں ہو سکے۔ اتنے سال گزرنے کے بعد بھی شرح خواندگی صرف 51 فیصد ہے۔

1972ء تا 1980ء کی تعلیمی پالیسی کا انتہائی پہلو یہ تھا کہ نجی تعلیمی اداروں کو قومی تحویل میں لے لیا گیا تھا مگر اس سے تعلیمی نظام کو سخت نقصان پہنچا۔ 1978ء کی تعلیمی پالیسی میں اسلامیات اور مطالعہ پاکستان کی تعلیم کو گیارھویں سے ڈگری کی سطح تک لازمی قرار دے دیا گیا۔ اس دور میں تعلیم کی بہتری کے لیے سوشل ایکشن پروگرام کے تحت بچوں اور لڑکیوں کے لیے نئے اسکول کھولے گئے۔ ایک خواندگی کمیشن اس مقصد کے لیے قائم کیا گیا کہ پورے ملک میں خواندگی کو عام کیا جائے۔ لیکن عملاً ان پالیسیوں میں طے کردہ تعلیم کے مقاصد اور اہداف حاصل نہیں کیے جا سکے۔ اس کی وجوہات تعلیم کے مختلف شعبوں کے لیے انتہائی معمولی فنڈ کی دستیابی اور تعلیمی اداروں کی ناقص نگرانی اور بدانتظامی شامل ہیں۔ نجی شعبے کو بالکل نظر انداز کر دیا گیا اور تعلیم کی فروغ کی کوششوں سے دور کر دیا گیا۔ امتحانات کا نظام بے شمار بدعنوانیوں، بددیانتیوں اور مجرمانہ غفلت کے نتیجے میں تباہ ہو گیا۔ اساتذہ کے تربیتی نظام کو بہتر نہیں بنایا جا سکا۔ اسی لیے حکومت نے ایک جامع تعلیمی پالیسی بنانے کا فیصلہ کیا تا کہ جدید دنیا اور جدید عہد کے چیلنجوں کا مقابلہ کیا جا سکے۔ اس پس منظر میں قومی تعلیمی پالیسی برائے 1998ء تا 2010ء تیار کی گئی اور پورے ملک میں نافذ کر دی گئی۔

قومی تعلیمی پالیسی برائے 1998ء تا 2010ء میں تعلیم کی اہمیت:

قومی تعلیمی پالیسی برائے 1998ء تا 2010ء میں ملک بھر میں تعلیم کی اہمیت کے مندرجہ ذیل پہلوؤں اور نکات پر زور دیا ہے۔

(i) تمام شہریوں کو تعلیم کی سہولت حاصل ہوگی کیوں کہ یہ پاکستان کے ہر شہری کا حق ہے۔

(ii) ناخواندگی کو یکسر ختم کرنے کے لیے تمام رسمی اور غیر رسمی ذرائع استعمال کیے جائیں گے۔ 2010ء تک ابتدائی عمر کے گروپ (5 سال تا 9) کے بچوں کے داخلوں کی شرح 100 فیصد تک بڑھائی جائے گی۔

(iii) لازمی ابتدائی تعلیم کا قانون (ایکٹ) منظور کر کے 2004-05ء تک نافذ کر دینا۔

(iv) اُن لوگوں کے لیے جو اعلیٰ تعلیم جاری رکھنے کا ارادہ رکھتے ہوں اُن کے لیے عمومی میٹرک کے ساتھ میٹرک (ٹیکنیکل) متعارف کرائی جائے گی۔ فنی (ٹیکنیکل) تعلیم کی سہولتیں بڑھائی جائیں گی اور ٹیکنیکل اور پیشہ ورانہ تعلیم کے اساتذہ کی تربیت کا پروگرام شروع کیا جائے گا تا کہ ان اساتذہ کی بڑھتی ہوئی طلب کو پورا کیا جاسکے۔

(v) فنی (ٹیکنیکی) اور سائنسی علوم کا دائرہ وسیع کیا جائے گا اور اس مقصد کے لیے ثانوی اور اعلیٰ ثانوی درجوں تک کمپیوٹر کی تعلیم متعارف کرائی جائے گی۔ ٹیکنیکی اساتذہ کو مواقع فراہم کیے جائیں گے۔

(vi) تربیت اساتذہ کے اداروں کی موجودہ گنجائش کو پوری طرح استعمال کیا جائے گا۔ پرائمری اساتذہ کی تعلیمی سطح میٹرک کے بجائے انٹرمیڈیٹ مقرر کر کے تعلیم اساتذہ کے پروگرام کے معیار کو بلند کیا جائے گا۔ ایف اے اور ایف ایس سی اور بی اے/ بی ایس سی کے لیے دو متوازی پروگرام متعارف کرائے جائیں گے۔ تعلیم اساتذہ کے نصاب پر نظر ثانی کر کے اُس کو اس خطے کے دوسرے پروگراموں کے ہم پلہ بنایا جائے گا۔

(vii) نجی شعبے کو غیر تجارتی بنیادوں پر خاص طور پر دیہی علاقوں میں تعلیمی ادارے کھولنے کے لیے مالی امداد فراہم کرنے کے لیے تعلیمی فاؤنڈیشن (ایجوکیشن فاؤنڈیشن) قائم کی گئی ہے۔

(viii) ہر ضلع میں ایک ضلعی تعلیمی مقتدرہ (ڈسٹرکٹ ایجوکیشن اتھارٹی) قائم کی جائے گی تا کہ تعلیمی پروگراموں کے نفاذ اور اُن کی نگرانی کے لیے عوام کی شرکت کو یقینی بنایا جاسکے۔

(ix) تعلیم کے لیے قومی بجٹ کو کل قومی آمدنی کے 2.2 فیصد سے بڑھا کر 4 فیصد کر دیا جائے گا۔

(x) اس پالیسی نے دینی مدارس (اسلامی تعلیمات کے اداروں) کے معیار تعلیم کو بلند کرنے اور دینی مدارس کو جدید اسکولوں کے قریب لانے کے لیے اور ان کی تعلیم کے نصاب اور مضامین کو قومی دھارے میں شامل کرنے کے اقدامات تجویز کیے ہیں۔

(xi) تعلیمی نظام کی ہر سطح کی بنیادی سطحوں سے کھیلوں کو فروغ دینا۔

تعلیم کے سیاسی، سماجی، ثقافتی اور اقتصادی پہلو:

(الف) سیاسی پہلو:

کسی بھی ملک کی سیاست میں تعلیم ایک اہم کردار ادا کرتی ہے۔ جمہوریت کی کامیابی کی اولین شرط تعلیم ہے۔ جمہوریت میں عوام اپنی رائے کا اظہار کر کے اور عملی تعاون کر کے حکومت کے معاملات میں شریک ہوتے ہیں اور یہ اُسی وقت ممکن ہے جب عوام الناس تعلیم یافتہ ہوں۔ ترقی یافتہ ممالک میں سو فیصد افراد تعلیم یافتہ ہیں۔ انھیں اپنے مسائل کا ادراک اور آگہی ہے۔ وہ اپنے سیاستدانوں سے دھوکا نہیں کھاتے۔ وہ اپنے سیاسی رہنماؤں کا احتساب کرتے رہتے ہیں۔ ایک تعلیم یافتہ شخص کبھی بھی اپنے سیاستدانوں کی جذباتی تقریروں اور اُن کے جھوٹے وعدوں سے متاثر نہیں ہوتا ہے۔ عوامی رائے ہموار کرنے میں تعلیم بہت اہم کردار ادا کرتی ہے۔ اگر لوگ تعلیم یافتہ ہوں تو پریس کے کردار کو بہت موثر بنایا جاسکتا ہے۔ اگر لوگ تعلیم یافتہ ہوں گے تو کسی بھی معاملے پر حکومت کو سخت ردِعمل کا سامنا ہو سکتا ہے۔ دوسری جانب نیم تعلیم یافتہ یا ناخواندہ سیاسی رہنما حکومت کے معاملات کو نہیں چلا سکتے۔

(ب) سماجی، ثقافتی پہلو:

ناخواندگی تمام سماجی بُرائیوں کی بنیادی جڑ ہے۔ تعلیم کی کمی کی وجہ سے بے شمار سماجی و ثقافتی رسوم ورواج پر عمل کیا جاتا ہے۔ ایسے کئی رسوم ورواج ہمارے معاشرے میں رائج ہیں جو اسلامی تعلیمات و اقدار کے منافی ہیں۔ مثال کے طور پر شادی بیاہ کے مواقع پر ہوائی فائرنگ اور نشانہ بازی، رویت ہلال پر جھگڑا اور منشیات کا استعمال۔ لوگوں کے ذہنی سطح کا اظہار اُن کی ثقافت سے ہوتا ہے۔ اس لیے ثقافتی اقدار اُسی وقت با مقصد ہو سکتی ہیں جب عوام نے کم از کم سطح تک تعلیم حاصل کی ہو۔ تعلیم کے بغیر مصوری، شاعری، ادب اور موسیقی کو سراہا نہیں جاسکتا۔ روزمرہ کے معاملات میں نفاست و نزاکت اور دوسروں سے حسن معاملات صرف تعلیم کی بدولت ہی ممکن ہے۔ ایک تعلیم یافتہ شخص اپنے انداز گفتگو اور دوسروں

سے اپنے رویے اور برتاؤ سے پہچانا جاتا ہے۔ ثقافتی زندگی کو بہتر بنانے کے لیے صرف دولت ہی کافی نہیں ہے۔ بلکہ یہ تعلیم ہے جو افراد کو مہذب اور متمدن بناتی ہے۔ پس رویوں، طور طریقوں اور زندگی گزارنے کے طرز میں تبدیلی کے لیے تعلیم ایک انتہائی اہم ذریعہ ہے۔ اس سے سماجی برائیوں کو مٹانے میں مدد ملتی ہے۔

(ج) معاشی یا اقتصادی پہلو:

کسی بھی ملک کی معاشی ترقی پر تعلیم کی خوبی اور اس کے اعلیٰ معیار کا براہِ راست اثر ہوتا ہے۔ تعلیم کے معیار اور تحقیق سے صنعت اور زراعت میں نئی نئی اختراعات وجود میں آتی ہیں اور پیداوار بہتر ہوتی ہے۔ فن کی اپنی ایک قدر و قیمت ہے اور یہ فن بھی تعلیم کے ذریعے حاصل ہوتا ہے اور بہتر بنایا جاتا ہے۔ امریکا اور برطانیہ کی قومی آمدنی کا نصف اُس کے ماہرین کی خدمات سے حاصل ہوتا ہے جو یہ لوگ انتہائی سرگرمیوں مثلاً بینکاری، بیمہ، فضائی سروس، تجارت اور قانون وغیرہ میں سرانجام دیتے ہیں۔ کارکنان اور ہنرمند افراد کی تعلیم یافتہ جماعت صنعتی اور زرعی پیداوار کی مقدار اور معیار بڑھانے میں مدد کرتی ہے۔ تمام صنعتی ترقی یافتہ اقوام میں شرح خواندگی 98 تا 100 فیصد ہے۔ اُن کی سائنس اور فنی (ٹیکنیکل) تعلیم کا معیار بہت بلند ہے۔ بہتر تعلیم کی بدولت انسانی وسائل بھی زیادہ نفع بخش (پیداواری) ہو جاتے ہیں۔ پاکستان میں ترقی کی سست رفتار شرح کی بنیادی وجہ معیاری اور مقداری تعلیم کا فقدان ہے۔ تعلیم کے میدان میں 3 فیصد سے بھی کم سرمایہ کاری ہو رہی ہے اور اسی وجہ سے ہم معاشی ترقی میں اس قدر پیچھے ہیں۔

2۔ رسمی تعلیمی نظام:

رسمی تعلیمی نظام سے مراد یہ ہے کہ مختلف ادارے کھولے جائیں۔ درسی کتب رائج کی جائیں۔ اساتذہ کا تقرر کیا جائے۔ امتحانات کا ایک نظام اور طریقہ وضع کیا جائے اور پھر سرٹیفکیٹ اور اسناد تقسیم کی جائیں۔ رسمی تعلیم کے لیے قاعدے اور قانون بنائے جاتے ہیں اور اُنھیں نافذ کیا جاتا ہے اور ان قواعد و ضوابط سے اس نظام کی نگرانی کی جاتی ہے۔ کسی سرٹیفکیٹ یا سند کے حصول کے لیے ایک خاص سطح تک مطالعہ اور پڑھائی کا ایک خاص دورانیہ ہوتا ہے۔ رسمی تعلیم کی روح اُس کی تنظیم و تربیت، انتظام و انصرام اور نگرانی و اختیار میں پوشیدہ ہے۔ رسمی تعلیم مکمل طور سے حکومت کے دائرہ اختیار میں ہے۔

پاکستان میں رسمی تعلیمی نظام کو حسب ذیل میں تقسیم کر سکتے ہیں:

(i) ابتدائی (پرائمری) درجہ یا سطح: پاکستان میں ابتدائی تعلیم پہلی سے پانچویں جماعت تک دی جاتی ہے۔ کل مدت پانچ سال ہے۔ بچوں کو چار یا پانچ سال کی عمر میں پہلی جماعت میں داخل کیا جاتا ہے۔

(ii) وسطی (مڈل) سطح: چھٹی جماعت تک کی تعلیم کو وسطی (مڈل) سطح کی تعلیم کا نام دیا گیا ہے۔ اس کی مدت تین سال ہے۔ ابتدائی (پرائمری) تعلیم میں کامیابی کے بعد اسکول کی جانب سے ایک سرٹیفکیٹ جاری کیا جاتا ہے۔

(iii) ثانوی (سیکنڈری) سطح: نویں اور دسویں جماعتوں کو ثانوی سطح کہا جاتا ہے۔ اس کی مدت دو سال ہے۔ ایسے طلبہ جنھوں نے وسطی (مڈل) درجے میں کامیابی حاصل کر لی ہے۔ نویں جماعت میں داخل کیے جاتے ہیں۔ ثانوی اسکول امتحانات میں کامیابی کے بعد متعلقہ بورڈ ایک سرٹیفکیٹ جاری کرتا ہے۔

(iv) اعلیٰ ثانوی (ہائیر سیکنڈری) سطح: گیارھویں اور بارھویں جماعتوں کو اعلیٰ ثانوی درجہ کہا جاتا ہے۔ ثانوی اسکول امتحانات میں کامیابی کے بعد طلبہ کو اعلیٰ ثانوی جماعتوں میں داخل کیا جاتا ہے۔ اس کی مدت دو سال ہے۔ اس درجے میں کامیابی کے بعد متعلقہ بورڈ ایک سرٹیفکیٹ جاری کرتا ہے۔

(v) سند (ڈگری) کی سطح: اعلیٰ ثانوی سطح کی تعلیم میں طلبہ کی کامیابی کے بعد اس درجے کا آغاز ہوتا ہے اور وہ سند کے حصول کے لیے کسی کالج میں داخلہ لیتے ہیں۔ حکومت نے اس کی مدت دو سال سے بڑھا کر تین سال کر دی ہے اور اب یہ پڑھائی کے تیرھویں سال سے پندرھویں سال تک جاری رہتی ہے۔ کامیاب امیدواروں کو جامعہ (یونیورسٹی) سند جاری کرتی ہے۔ تاہم ملک کے مختلف حصوں میں ابھی بھی ڈگری کورس کی مدت دو سال ہے۔

(vi) جامعہ (یونیورسٹی) کی سطح: جب طلبہ کسی کالج سے ڈگری کے درجے کے امتحان میں کامیاب ہو جاتے ہیں تو یونیورسٹی (جامعہ) کی سطح کی تعلیم کا آغاز ہوتا ہے۔ اس کی مدت دو سال ہے۔ نصاب کی کامیابی سے تکمیل کے بعد اور امتحانات میں کامیابی کے بعد یونیورسٹی (جامعہ) ایک سند (ڈگری) عطا کرتی ہے۔

(vii) پیشہ ورانہ تعلیم: پیشہ ورانہ تعلیم بھی رسمی تعلیم کا حصہ ہے۔ اس کو مندرجہ ذیل اقسام میں تقسیم کیا جاتا ہے۔

(الف) ڈپلوما: وہ طلبہ جو ثانوی اسکول سرٹیفکیٹ امتحان میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔ وہ پولی ٹیکنیک اداروں میں پڑھائے جانے والے ڈپلوما کورسوں میں داخلہ لے سکتے ہیں۔ یہ ڈپلوما کورس الیکٹریکل، میکینکل، آٹو موبائل، سول انجینئرنگ اور کمپیوٹر کے میدانوں میں ہیں۔ وہ طلبہ جو موجودہ اعلیٰ تعلیم حاصل نہیں کرنا چاہتے ہیں وہ ڈپلوما کورس میں داخلہ لیتے ہیں۔

(ب) انجینئرنگ کی سند: ایسے طلبہ جنھوں نے اعلیٰ ثانوی اسکول امتحانات میں کامیابی حاصل کر لی ہو اور جنھوں نے اعلیٰ ثانوی کی سطح پر ریاضی اختیار کی ہو وہ انجینئرنگ کی مختلف شاخوں میں کسی انجینئرنگ کالج یا یونیورسٹی میں داخلہ لیتے ہیں۔ وہ الیکٹریکل، میکینکل، کیمیکل (کیمیائی)، برقیات (الیکٹرانکس)، کان کنی (مائننگ)، ٹیکسٹائل، پیٹرولیم اور کمپیوٹر سائنس کے میدانوں میں تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ اُن کے مطالعے کی مدت چار تا پانچ سال ہے۔

(ج) میڈیکل کی سند: ایسے طلبہ جنھوں نے اعلیٰ ثانوی امتحانات میں کامیابی حاصل کر لی ہو اور جنھوں نے اعلیٰ ثانوی کی سطح پر حیاتیات (بائیلوجی) بطورِ مضمون کے پڑھی ہو وہ ڈاکٹر بننے کے لیے ایم بی بی ایس میں داخلہ لیتے ہیں۔ ایم بی بی ایس کی سطح پر تعلیم کی مدت پانچ سال ہے۔

(د) تجارت (کامرس): ثانوی اسکول امتحان میں کامیابی کے بعد طلبہ تجارت (کامرس) کی جماعتوں کے سال اول میں داخل ہوتے ہیں۔ وہ انٹر کامرس میں کامیابی حاصل کرتے ہیں تو مزید بی۔کام اور ایم۔کام میں کامیاب ہوتے ہیں۔ ان کے زیرِ مطالعہ تجارت اور انتظامیہ، انتظامی سائنس، اطلاعاتی فنیت (انفارمیشن ٹیکنالوجی)، معاشیات اور تجارتی حساب (اکاؤنٹنگ) وغیرہ کے مضامین ہوتے ہیں۔

(ہ) زرعی تعلیمی سند: سائنس کے ساتھ اعلیٰ ثانوی امتحان میں کامیابی کے بعد طلبہ کو بی ایس سی (زراعت) میں داخلہ ملتا ہے اور اُس کے بعد ایم ایس سی (زراعت) میں داخلہ لیتے ہیں۔ کچھ لوگ زرعی انجینئرنگ کو اختیار کر لیتے ہیں۔

(viii) اعلیٰ تعلیم: ایم۔اے، ایم۔ایس۔سی اور ایم۔کام کے بعد اعلیٰ تعلیم حاصل کی جاسکتی ہے۔ ماسٹر کی سند حاصل کرنے کے بعد پی ایچ ڈی کی سند حاصل کی جاسکتی ہے۔ اسی طرح ایم بی بی ایس کرنے کے بعد ڈاکٹر طب کی مختلف شاخوں میں اختصاص حاصل کرتے ہیں۔ ایسے لوگ اسپیشلسٹ (ماہر) ڈاکٹر کہلاتے ہیں۔

رسمی تعلیم کے لیے حکومت نے پورے پاکستان میں لاتعداد ادارے کھول رکھے ہیں۔ رسمی نظام تعلیم عموماً حکومت کے زیرِ انتظام اور زیرِ نگرانی ہے اور یہاں حکومت کے قواعد وضوابط کی پیروی کی جاتی ہے۔ تاہم اس رسمی نظامِ تعلیم میں ہر سطح اور درجے کے لیے نجی تعلیمی ادارے بھی ہیں لیکن ان نجی اداروں کی فیس سرکاری اداروں سے بہت زیادہ ہے اور یہ فیس عموماً ملک کے اوسط درجے کے افراد کے لیے بھی ناقابلِ برداشت ہے۔

3۔ تعلیم اور پڑھائی کے منصوبے (اسکیمیں):

تعلیم یا مطالعہ کے منصوبوں (اسکیموں) سے مختلف درجات میں مجوزہ نصاب مراد ہوتا ہے۔ تعلیم کے مختلف درجات اور سطحوں کے لیے تعلیمی منصوبے ایک دوسرے سے قطعاً جدا ہوتے ہیں۔ یہ منصوبے ذیل کے مطابق ہیں:

(i) ابتدائی یا پرائمری سطح: ابتدائی یا پرائمری سطح کے مضامین میں علاقائی زبانیں، اردو، گنتی، سادہ حساب، مطالعہ فطرت اور اسلامیات شامل ہیں۔

(ii) وسطی (مڈل) سطح: اس کی اسکیم کے مضامین میں علاقائی زبانیں، اُردو، انگریزی، الجبرا، جیومیٹری، سائنس، معاشرتی علوم اور اسلامیات شامل ہیں۔

(iii) ثانوی سطح: اس سطح پر اُردو، انگریزی، اسلامیات اور مطالعہ پاکستان تمام گروپوں کے طلبہ کے لیے لازمی مضامین ہیں۔ فنون (ہیومینٹیز) کے طلبہ کے لیے جنرل سائنس لازمی مضمون ہے۔ اس کے علاوہ ریاضی اور فنون کے دو مضامین بھی اختیار کر سکتے ہیں۔ سائنس گروپ کے طلبہ لازمی مضامین کے ساتھ ساتھ طبیعیات، کیمیا، ریاضی، اور حیاتیات بھی پڑھتے ہیں۔

(iv) اعلیٰ ثانوی سطح: اس سطح میں سائنس اور فنون دونوں گروپوں کے طلبہ کے لیے اُردو، انگریزی، اسلامیات اور مطالعہ پاکستان لازمی مضامین ہیں۔ سائنس گروپ کے طلبہ سائنس کے تین مضامین اور فنون گروپ کے طلبہ فنون کے تین مضامین منتخب کرتے ہیں۔ سائنس کے پھر تین مزید گروپ بنتے ہیں۔ یعنی پری میڈیکل، پری انجینئرنگ اور جنرل سائنس گروپ۔ کامرس گروپ کے طلبہ بھی تجارت (کامرس) کے تین مضامین منتخب کرتے ہیں۔

(v) ڈگری کی سطح: بی۔اے اور بی۔ایس۔سی کی سطح یا درجے پر فنکشنل انگریزی، مطالعہ پاکستان اور اسلامیات لازمی مضامین ہیں۔ اختیاری مضامین کی ایک فہرست میں سے تمام گروپوں کے طلبہ دو سے تین اختیاری مضامین کا انتخاب کرتے ہیں۔

(vi) یونیورسٹی کی سطح: ماسٹر کے درجے کے لیے طلبہ تعلیم کے کسی ایک شعبے کا مطالعہ کرتے ہیں اور ہر شعبے میں وہ سات تا آٹھ مضامین کا مطالعہ کرتے ہیں۔ یہاں پر طلبہ کو مختلف مضامین میں سے اپنی پسند کا مضمون منتخب کرنے کا اختیار ہوتا ہے۔

یونیورسٹی کی سطح (ایم۔اے/ایم۔ایس۔سی) کے بعد طلبہ اُن مضامین میں ایم۔فل اور پی۔ایچ۔ڈی کر سکتے ہیں جو اُنھوں نے ایم۔اے یا ایم۔ایس۔سی کی سطح پر منتخب کیے تھے۔ جو لوگ پیشہ ورانہ نوعیت کی سند حاصل کرتے ہیں انھیں بھی اپنے مخصوص میدانوں میں ایم فل اور پی ایچ ڈی کرنے کی اجازت ہوتی ہے۔

انجینئرنگ، طب (میڈیکل)، زراعت اور تجارت (کامرس) اختیاری شعبے ہیں۔ ان میں طلبہ کے لیے انتخاب بہت وسیع نہیں ہوتا ہے۔ اُن کو طے شدہ مضامین ہی پڑھنا ہوتے ہیں۔

4۔ نصاب کا فروغ:

نصاب کا فروغ ایک مسلسل جاری عمل ہے جس میں یہ جائزہ لیا جاتا ہے کہ معاشرتی ضروریات اور پڑھنے والوں کی ضروریات کیا ہیں۔ اُن کی صلاحیتیں اور دلچسپیاں کیا ہیں اور اُن کے پڑھائی کے تجربات سے اُن کے زیرِ مطالعہ مواد کے انتخاب، اُس کی ترتیب و تنظیم اور اُس کے نفاذ پر مسلسل توجہ دی جاتی ہے۔ نصاب کسی ملک کے لیے مطلوبہ تعلیم کا نقشہ مہیا کرتا ہے۔ یہ تعلیم کے مقاصد اور ضروریات کا تعین کرتا ہے۔ اس کے ساتھ ہی یہ تعلیمی اداروں کی ہیئت، اساتذہ کے معیار، تعلیمی سہولتوں اور نظامِ امتحان و جانچ پڑتال بھی متعین کرتا ہے۔ نصاب وہ اسکیم مہیا کرتا ہے، جس کے ذریعے کسی بھی کورس کے لیے لازمی، متبادل اور اختیاری مضامین کا انتخاب ہو سکتا ہے۔

نصاب کو ایسی مخصوص بنیادوں پر استوار کیا جاتا ہے جو کسی قوم کی نظریاتی، فکری، مذہبی اور سماجی بنیادیں ہیں۔ پاکستان میں نصاب کی تیاری و فروغ ان ہی اصولوں پر استوار ہے۔ وہ تمام لوگ جو ترقی و فروغِ نصاب میں شریک ہیں۔ اُن میں منصوبہ ساز، ماہرینِ مضامین، درسی کتابوں کے مصنفین، ناشر، والدین اور طلبہ شامل ہیں۔

پاکستان میں نصاب کی تیاری کی ذمہ داری اٹھارھویں ترمیم کے بعد صوبوں کے سر ہے۔ ملک کے تعلیمی منصوبے (پالیسی) کی روشنی میں شعبہ نصاب ابتدائی (پرائمری)، مڈل، ثانوی اور اعلیٰ ثانوی درجوں کے لیے مطالعہ اور درس کے منصوبے تیار کرتا ہے اور نصاب کی اساس مہیا کرتا ہے۔ مطالعوں کی مختلف اسکیموں اور منصوبوں کے تحت تمام مضامین کے نصاب پر نظرِ ثانی کرنا اور اُس کو جدید بنانا ایک مسلسل عمل ہے اور باقاعدگی سے کیا جاتا ہے۔

اعلیٰ ثانوی سے بلند تر سطح کے لیے نصاب کی تیاری اعلیٰ تعلیمی کمیشن (ہائیر ایجوکیشن کمیشن) کی ذمہ داری ہے۔ یہ کمیشن مختلف جامعات کی اکیڈمک کونسلوں کے ساتھ مل کر ان جامعات میں پڑھائے جانے والے مختلف کورسوں کے نصابوں پر نظرِ ثانی کرتا ہے اور نئے اور جدید نصاب تیار کرتا ہے۔

5۔ تربیتِ اساتذہ:

کوئی بھی تعلیمی نظام اپنے اساتذہ کی علمی سطح سے بلند تر نہیں ہوتا ہے۔ کسی بھی نظامِ تعلیم میں اساتذہ ایک اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ اس لیے یہ انتہائی اہم اور ضروری ہے کہ اساتذہ مناسب علم اور مہارت کے حامل ہوں اور تعلیم کے مقاصد کے حصول اور اپنی ذمہ داریوں کو پورا کرنے کے لیے مناسب رویہ اختیار کرتے ہوں۔

تربیتِ اساتذہ کی بھی چند مخصوص سطحیں ہیں جو اساتذہ کی عمومی تعلیمی قابلیت کے پیشِ نظر رکھی گئی

(i) پرائمری اسکول اساتذہ: پرائمری اسکول کے اساتذہ کو تربیت دی جاتی ہے بشرطیکہ ... اسکول امتحان میں لازماً کامیابی حاصل کر لی ہو، انھیں ایک سال کی تربیت مہیا کی جاتی ہے۔ تربیت کی تکمیل ... پرائمری ٹیچنگ سرٹیفکیٹ (پی ٹی سی) کی سند عطا کی جاتی ہے۔

(ii) مڈل اسکول اساتذہ: ایسے افراد جو ایف اے ایف ایس سی کے امتحان میں کامیابی ... انھیں ایک سال کی تربیت دی جاتی ہے اور ٹیچنگ سرٹیفکیٹ (سی ٹی) کی سند دی جاتی ہے۔

پی ٹی سی اور سی ٹی کی تربیت کالجز آف ایلیمنٹری ایجوکیشن (جی سی ای) میں مہیا کی جاتی ہیں ... کے لیے علیحدہ علیحدہ ایلیمنٹری کالج ہیں۔ یہ ایلیمنٹری کالج ملک کے اندر ضلعی صدر مقام پر کھولے گئے ...

(iii) ثانوی اسکول اساتذہ: ایسے افراد جو بی۔ اے / بی ایس سی کی سند کے حامل ہوں ... آف ایجوکیشن میں ایک سال کی تربیت دی جاتی ہے۔ جو "بیچلر آف ایجوکیشن (بی ایڈ)" کہلاتی ہے۔ ... صوبے میں چند منتخب مقامات پر کھولے گئے ہیں، جو لوگ تعلیم کے کسی ایک شعبے میں خصوصی مہارت حا... وہ ایک سال کی مزید تربیت حاصل کرتے ہیں، جسے "ماسٹر آف ایجوکیشن (ایم ایڈ)" کہتے ہیں۔ کورس ... جامعات کے انسٹیٹیوٹ آف ایجوکیشن میں کرائے جاتے ہیں۔ چند اساتذہ جامعات سے تعلیم کے م... پی ایچ ڈی بھی کرتے ہیں۔ ایم ایڈ اور ایم فل اسناد کے حامل افراد کالج آف ایجوکیشن میں پڑھاتے ... اساتذہ کو تربیت دینے کے لیے پی ایچ ڈی افراد کا تقرر کیا جاتا ہے۔

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی نے اپنے فاصلاتی تعلیمی نظام کے تحت ایسے طلبہ کے لیے ا... نصابوں کا آغاز کیا ہے جو اساتذہ کے تربیتی اداروں میں باقاعدہ رسمی کورس میں کسی وجہ سے شریک نہیں ...

قومی تعلیمی پالیسی (1998ء تا 2010ء) کے تحت تربیتِ اساتذہ کے کورسوں کو جدید ... مطابقت میں ہر سطح پر تربیت کی مدت اور وقفہ بڑھا دیا گیا ہے اور اساتذہ کی تنخواہیں بھی بہتر کی گئی ہیں۔

تربیتِ اساتذہ پروگرام میں چند مسائل درپیش ہیں اُن میں سب سے زیادہ اہم کالج آف ... تدریسی عملے کی نایابی، اعلیٰ معیاری تربیتی پروگرام، تربیتی اداروں کے مالی مسائل، تربیت کے لیے م... تنظیم و نگرانی کے مؤثر نظام کی کمی شامل ہیں۔ لیکن ان سب سے زیادہ اہم اور سنجیدہ مسئلہ یہ ہے ک... سکھائے گئے طریقوں اور مہیا کی گئی تدریسی مہارت کو یہ اساتذہ اپنی جماعتوں میں استعمال نہیں کر...

4۔ نصاب کا فروغ:

نصاب کا فروغ ایک مسلسل جاری عمل ہے۔ جس میں یہ جائزہ لیا جاتا ہے کہ معاشرتی ضروریات اور پڑھنے والوں کی ضروریات کیا ہیں۔ اُن کی صلاحیتیں اور دلچسپیاں کیا ہیں اور اُن کے پڑھائی کے تجربات سے اُن کے زیرِ مطالعہ مواد کے انتخاب، اُس کی ترتیب و تنظیم اور اُس کے نفاذ پر مسلسل توجہ دی جاتی ہے۔ نصاب کسی ملک کے لیے مطلوبہ تعلیم کا نقشہ مہیا کرتا ہے۔ یہ تعلیم کے مقاصد اور ضروریات کا تعین کرتا ہے۔ اس کے ساتھ ہی یہ تعلیمی اداروں کی ہیئت، اساتذہ کے معیار، تعلیمی سہولتوں اور نظامِ امتحان و جانچ پڑتال بھی متعین کرتا ہے۔ نصاب وہ اسکیم مہیا کرتا ہے جس کے ذریعے کسی بھی کورس کے لیے لازمی، متبادل اور اختیاری مضامین کا انتخاب ہو سکتا ہے۔

نصاب کو ایسی مخصوص بنیادوں پر استوار کیا جاتا ہے جو کسی قوم کی نظریاتی، فکری، مذہبی اور سماجی بنیادیں ہیں۔ پاکستان میں نصاب کی تیاری و فروغ ان ہی اصولوں پر استوار ہے۔ وہ تمام لوگ جو ترقی و فروغِ نصاب میں شریک ہیں۔ اُن میں منصوبہ ساز، ماہرینِ مضامین، درسی کتابوں کے مصنفین، ناشر، والدین اور طلبہ شامل ہیں۔

پاکستان میں نصاب کی تیاری کی ذمہ داری اٹھارھویں ترمیم کے بعد صوبوں کے سر ہے۔ ملک کے تعلیمی منصوبے (پالیسی) کی روشنی میں شعبہ نصاب ابتدائی (پرائمری)، مڈل، ثانوی اور اعلیٰ ثانوی درجوں کے لیے مطالعہ اور درس کے منصوبے تیار کرتا ہے اور نصاب کی اساس مہیا کرتا ہے۔ مطالعوں کی مختلف اسکیموں اور منصوبوں کے تحت تمام مضامین کے نصاب پر نظرِ ثانی کرنا اور اُس کو جدید بنانا ایک مسلسل عمل ہے اور باقاعدگی سے کیا جاتا ہے۔

اعلیٰ ثانوی سے بلند تر سطح کے لیے نصاب کی تیاری اعلیٰ تعلیمی کمیشن (ہائیر ایجوکیشن کمیشن) کی ذمہ داری ہے۔ یہ کمیشن مختلف جامعات کی اکیڈمک کونسلوں کے ساتھ مل کر ان جامعات میں پڑھائے جانے والے مختلف کورسوں کے نصابوں پر نظرِ ثانی کرتا ہے اور نئے اور جدید نصاب تیار کرتا ہے۔

5۔ تربیتِ اساتذہ:

کوئی بھی تعلیمی نظام اپنے اساتذہ کی علمی سطح سے بلند تر نہیں ہوتا ہے۔ کسی بھی نظامِ تعلیم میں اساتذہ ایک اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ اس لیے یہ انتہائی اہم اور ضروری ہے کہ اساتذہ مناسب علم اور مہارت کے حامل ہوں اور تعلیم کے مقاصد کے حصول اور اپنی ذمہ داریوں کو پورا کرنے کے لیے مناسب رویہ اختیار کرتے ہوں۔

تربیتِ اساتذہ کی بھی چند مخصوص سطحیں ہیں جو اساتذہ کی عمومی تعلیمی قابلیت کے پیشِ نظر رکھی گئی ہیں۔

(i) **پرائمری اسکول اساتذہ:** پرائمری اسکول کے اساتذہ کو تربیت دی جاتی ہے بشرطیکہ اُنھوں نے ثانوی اسکول امتحان میں لازماً کامیابی حاصل کر لی ہو۔ اُنھیں ایک سال کی تربیت مہیا کی جاتی ہے۔ تربیت کی تکمیل کے بعد اُنھیں پرائمری ٹیچنگ سرٹیفکیٹ (پی ٹی سی) کی سند عطا کی جاتی ہے۔

(ii) **مڈل اسکول اساتذہ:** ایسے افراد جو ایف اے/ایف ایس سی کے امتحان میں کامیابی حاصل کر چکے ہوں اُنھیں ایک سال کی تربیت دی جاتی ہے اور ٹیچنگ سرٹیفکیٹ (سی ٹی) کی سند دی جاتی ہے۔

پی ٹی سی اور سی ٹی کی تربیت کالجز آف ایلیمینٹری ایجوکیشن (جی سی ای ای) میں مہیا کی جاتی ہیں۔ لڑکوں اور لڑکیوں کے لیے علیحدہ علیحدہ ایلیمینٹری کالج ہیں۔ یہ ایلیمینٹری کالج ملک کے اندر ضلعی صدر مقام پر کھولے گئے ہیں۔

(iii) **ثانوی اسکول اساتذہ:** ایسے افراد جو بی۔اے/بی ایس سی کی سند کے حامل ہوں اُنھیں گورنمنٹ کالج آف ایجوکیشن میں ایک سال کی تربیت دی جاتی ہے۔ جو "بیچلر آف ایجوکیشن (بی ایڈ)" کہلاتی ہے۔ یہ کالج ملک کے ہر صوبے میں چند منتخب مقامات پر کھولے گئے ہیں، جو لوگ تعلیم کے کسی ایک شعبے میں خصوصی مہارت حاصل کرنا چاہتے ہیں، وہ ایک سال کی مزید تربیت حاصل کرتے ہیں، جسے "ماسٹر آف ایجوکیشن (ایم ایڈ)" کہتے ہیں۔ کورس کالج آف ایجوکیشن یا جامعات کے انسٹیٹیوٹ آف ایجوکیشن میں کرائے جاتے ہیں۔ چند اساتذہ جامعات سے تعلیم کے میدان میں ایم فل اور پی ایچ ڈی بھی کرتے ہیں۔ ایم ایڈ اور ایم فل اسناد کے حامل افراد کالج آف ایجوکیشن میں پڑھاتے ہیں۔ جامعہ کی سطح پر اساتذہ کو تربیت دینے کے لیے پی ایچ ڈی افراد کا تقرر کیا جاتا ہے۔

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی نے اپنے فاصلاتی تعلیمی نظام کے تحت ایسے طلبہ کے لیے اساتذہ کی تربیت کے نصابوں کا آغاز کیا ہے جو اساتذہ کے تربیتی اداروں میں باقاعدہ رسمی کورس میں کسی وجہ سے شریک نہیں ہو سکتے۔

قومی تعلیمی پالیسی (1998ء تا 2010ء) کے تحت تربیت اساتذہ کے کورسوں کو جدید بنایا گیا ہے اور اسی کی مطابقت میں ہر سطح پر تربیت کی مدت اور وقفہ بڑھا دیا گیا ہے اور اساتذہ کی تنخواہیں بھی بہتر کی گئی ہیں۔

تربیت اساتذہ پروگرام میں چند مسائل درپیش ہیں اُن میں سب سے زیادہ اہم کالج آف ایجوکیشن میں سند یافتہ تدریسی عملے کی نایابی، اعلیٰ معیاری تربیتی پروگرام، تربیتی اداروں کے مالی مسائل، تربیت کے لیے معیاری مواد کی کمیابی اور تنظیم و نگرانی کے مؤثر نظام کی کمی شامل ہیں۔ لیکن ان سب سے زیادہ اہم اور سنجیدہ مسئلہ یہ ہے کہ تدریسی اداروں میں سکھائے گئے طریقوں اور مہیا کی گئی تدریسی مہارت کو یہ اساتذہ اپنی جماعتوں میں استعمال نہیں کرتے ہیں۔

4۔ نصاب کا فروغ:

نصاب کا فروغ ایک مسلسل جاری عمل ہے جس میں یہ جائزہ لیا جاتا ہے کہ معاشرتی ضروریات اور پڑھنے والوں کی ضروریات کیا ہیں۔ اُن کی صلاحیتیں اور دلچسپیاں کیا ہیں اور اُن کے پڑھائی کے تجربات سے اُن کے زیر مطالعہ مواد کے انتخاب، اُس کی ترتیب و تنظیم اور اُس کے نفاذ پر مسلسل توجہ دی جاتی ہے۔ نصاب کسی ملک کے لیے مطلوبہ تعلیم کا نقشہ مہیا کرتا ہے۔ یہ تعلیم کے مقاصد اور ضروریات کا تعین کرتا ہے۔ اس کے ساتھ ہی یہ تعلیمی اداروں کی ہیئت، اساتذہ کے معیار، تعلیمی سہولتوں اور نظامِ امتحان و جانچ پڑتال بھی متعین کرتا ہے۔ نصاب وہ اسکیم مہیا کرتا ہے جس کے ذریعے کسی بھی کورس کے لیے لازمی، متبادل اور اختیاری مضامین کا انتخاب ہو سکتا ہے۔

نصاب کو ایسی مخصوص بنیادوں پر استوار کیا جاتا ہے جو کسی قوم کی نظریاتی، فکری، مذہبی اور سماجی بنیادیں ہیں۔ پاکستان میں نصاب کی تیاری و فروغ ان ہی اصولوں پر استوار ہے۔ وہ تمام لوگ جو ترقی و فروغِ نصاب میں شریک ہیں۔ اُن میں منصوبہ ساز، ماہرین مضامین، درسی کتابوں کے مصنفین، ناشر، والدین اور طلبہ شامل ہیں۔

پاکستان میں نصاب کی تیاری کی ذمہ داری اٹھارھویں ترمیم کے بعد صوبوں کے سر ہے۔ ملک کے تعلیمی منصوبے (پالیسی) کی روشنی میں شعبہ نصاب ابتدائی (پرائمری)، مڈل، ثانوی اور اعلیٰ ثانوی درجوں کے لیے مطالعہ اور درس کے منصوبے تیار کرتا ہے اور نصاب کی اساس مہیا کرتا ہے۔ مطالعوں کی مختلف اسکیموں اور منصوبوں کے تحت تمام مضامین کے نصاب پر نظرِ ثانی کرنا اور اُس کو جدید بنانا ایک مسلسل عمل ہے اور باقاعدگی سے کیا جاتا ہے۔

اعلیٰ ثانوی سے بلند تر سطح کے لیے نصاب کی تیاری اعلیٰ تعلیمی کمیشن (ہائیر ایجوکیشن کمیشن) کی ذمہ داری ہے۔ یہ کمیشن مختلف جامعات کی اکیڈمک کونسلوں کے ساتھ مل کر ان جامعات میں پڑھائے جانے والے مختلف کورسوں کے نصابوں پر نظرِ ثانی کرتا ہے اور نئے اور جدید نصاب تیار کرتا ہے۔

5۔ تربیتِ اساتذہ:

کوئی بھی تعلیمی نظام اپنے اساتذہ کی علمی سطح سے بلند تر نہیں ہوتا ہے۔ کسی بھی نظامِ تعلیم میں اساتذہ ایک اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ اس لیے یہ انتہائی اہم اور ضروری ہے کہ اساتذہ مناسب علم اور مہارت کے حامل ہوں اور تعلیم کے مقاصد کے حصول اور اپنی ذمہ داریوں کو پورا کرنے کے لیے مناسب رویہ اختیار کرتے ہوں۔

تربیتِ اساتذہ کی بھی چند مخصوص سطحیں ہیں جو اساتذہ کی عمومی تعلیمی قابلیت کے پیشِ نظر رکھی گئی ہیں۔

(i) **پرائمری اسکول اساتذہ:** پرائمری اسکول کے اساتذہ کو تربیت دی جاتی ہے بشرطیکہ اُنھوں نے ثانوی اسکول امتحان میں لازماً کامیابی حاصل کر لی ہو، اُنھیں ایک سال کی تربیت مہیا کی جاتی ہے۔ تربیت کی تکمیل کے بعد اُنھیں پرائمری ٹیچنگ سرٹیفکیٹ (پی ٹی سی) کی سند عطا کی جاتی ہے۔

(ii) **مڈل اسکول اساتذہ:** ایسے افراد جو ایف اے/ایف ایس سی کے امتحان میں کامیابی حاصل کر چکے ہوں اُنھیں ایک سال کی تربیت دی جاتی ہے اور ٹیچنگ سرٹیفکیٹ (سی ٹی) کی سند دی جاتی ہے۔

پی ٹی سی اور سی ٹی کی تربیت کالجز آف ایلیمنٹری ایجوکیشن (جی سی ای) میں مہیا کی جاتی ہیں۔ لڑکوں اور لڑکیوں کے لیے علیحدہ علیحدہ ایلیمنٹری کالج ہیں۔ یہ ایلیمنٹری کالج ملک کے اندر ضلعی صدر مقام پر کھولے گئے ہیں۔

(iii) **ثانوی اسکول اساتذہ:** ایسے افراد جو بی۔ اے/بی ایس سی کی سند کے حامل ہوں اُنھیں گورنمنٹ کالج آف ایجوکیشن میں ایک سال کی تربیت دی جاتی ہے۔ جو ''بیچلر آف ایجوکیشن (بی ایڈ)'' کہلاتی ہے۔ یہ کالج ملک کے ہر صوبے میں چند منتخب مقامات پر کھولے گئے ہیں، جو لوگ تعلیم کے کسی ایک شعبے میں خصوصی مہارت حاصل کرنا چاہتے ہیں، وہ ایک سال کی مزید تربیت حاصل کرتے ہیں، جسے ''ماسٹر آف ایجوکیشن (ایم ایڈ)'' کہتے ہیں۔ کورس کالج آف ایجوکیشن یا جامعات کے انسٹیٹیوٹ آف ایجوکیشن میں کرائے جاتے ہیں۔ چند اساتذہ جامعات سے تعلیم کے میدان میں ایم فل اور پی ایچ ڈی بھی کرتے ہیں۔ ایم ایڈ اور ایم فل اسناد کے حامل افراد کالج آف ایجوکیشن میں پڑھاتے ہیں۔ جامعہ کی سطح پر اساتذہ کو تربیت دینے کے لیے پی ایچ ڈی افراد کا تقرر کیا جاتا ہے۔

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی نے اپنے فاصلاتی تعلیمی نظام کے تحت ایسے طلبہ کے لیے اساتذہ کی تربیت کے نصابوں کا آغاز کیا ہے جو اساتذہ کے تربیتی اداروں میں باقاعدہ رسمی کورس میں کسی وجہ سے شریک نہیں ہو سکتے۔

قومی تعلیمی پالیسی (1998ء تا 2010ء) کے تحت تربیت اساتذہ کے کورسوں کو جدید بنایا گیا ہے اور اسی کی مطابقت میں ہر سطح پر تربیت کی مدت اور وقفہ بڑھا دیا گیا ہے اور اساتذہ کی تنخواہیں بھی بہتر کی گئی ہیں۔

تربیت اساتذہ پروگرام میں چند مسائل درپیش ہیں اُن میں سب سے زیادہ اہم کالج آف ایجوکیشن میں سند یافتہ تدریسی عملے کی نایابی، اعلیٰ معیاری تربیتی پروگرام، تربیتی اداروں کے مالی مسائل، تربیت کے لیے معیاری مواد کی کمیابی اور تنظیم و نگرانی کے مؤثر نظام کی کمی شامل ہیں۔ لیکن ان سب سے زیادہ اہم اور سنجیدہ مسئلہ یہ ہے کہ تدریسی اداروں میں سکھائے گئے طریقوں اور مہیا کی گئی تدریسی مہارت کو یہ اساتذہ اپنی جماعتوں میں استعمال نہیں کرتے ہیں۔

6۔ درسی کتب کی تیاری:

درسی کتب کی تیاری بھی تعلیمی عمل کا ایک انتہائی ضروری عنصر ہے۔ درسی کتب سے تعلیم کی سطح، اساتذہ کی سطح اور نظامِ تعلیم کے معیار کا تعین ہوتا ہے۔ درسی کتب تعلیمی پالیسی میں طے کردہ مقاصد کو حقیقت کے روپ میں ڈھالتی ہیں اور ملک کی ترقی و فروغ کے لیے تعلیم کے لیے مطلوبہ معیار مقرر کرتی ہیں۔ درسی کتب کی تیاری ایک ارتقائی عمل ہے۔ یہ معاشرے میں اور چاروں جانب پھیلی ہوئی دنیا میں ہونے والی نئی نئی تبدیلیوں اور ترقی کے ساتھ مسلسل جاری رہتا ہے۔ اِن درسی کتب میں نئی معلومات شامل کی جاتی ہیں، جس سے نظامِ تعلیم کے لیے اُن کی افادیت بڑھ جاتی ہے۔

درسی کتب کی تیاری کے لیے حکومت نے چاروں صوبوں میں ٹیکسٹ بک بورڈ (درسی کتب بورڈ) قائم کیے ہیں۔ اِن بورڈوں میں تمام مضامین کے ماہرین (سبجیکٹ اسپشلسٹ) کا تقرر کیا گیا ہے جو مصنفین کی تحریر کردہ کتب کو بہتر بنانے کے لیے جدید تحقیق اور معلومات کی بنیاد پر مسلسل کام کرتے ہیں۔ وزارتِ تعلیم کے شعبہ نصاب کی مقرر کردہ مختلف مضامین کے ماہرین کی کمیٹیاں بورڈوں کی تیار کردہ درسی کتب کا مزید جائزہ لیتی ہیں۔ جائزے اور وزارتِ تعلیم کی منظوری کے بعد یہ کتابیں نظامِ تعلیم کا حصہ بن جاتی ہیں اور پورے ملک کے تمام اداروں میں پڑھائی جاتی ہیں۔

7۔ امتحانات:

تعلیم کے مختلف درجوں میں طلبہ کی اہلیت و قابلیت کی جانچ اور آزمائش امتحانات کے ذریعے ہوتی ہے۔ یہ امتحانات ہر تعلیمی سال کے اختتام پر منعقد کیے جاتے ہیں۔ امتحانات، نہ صرف طلبہ کی اہلیت کا تعین کرتے ہیں بلکہ کسی تعلیمی ادارے اور اُس کے اساتذہ کے تعلیمی معیار کا بھی تعین کرتے ہیں۔ اِن سے کسی ملک کے نظامِ تعلیم کے تمام خدوخال بھی عیاں ہوتے ہیں۔

ہر سال کے اختتام پر اسکول کی سطح پر ہر درجے کے لیے امتحانات کے ایک باقاعدہ نظام کے علاوہ وہ امتحانات جو مختلف امتحانی بورڈ لیتے ہیں، ان کو ثانوی اور اعلیٰ ثانوی بورڈ کہتے ہیں۔ یہ بورڈ پاکستان کے تمام صوبوں اور وفاقی سطح پر قائم کیے گئے ہیں۔ جو لوگ ان امتحانات میں کامیابی حاصل کر لیتے ہیں اُنھیں سرٹیفکیٹ جاری کیے جاتے ہیں۔ جامعات کا اپنا علیحدہ نظامِ امتحانات ہے، جو کالجوں کے تعاون اور مدد سے اُس خاص جامعہ کے حلقہ اثر کے اندر منعقد کیے جاتے ہیں۔ لیکن ہمارا نظامِ تعلیم نصاب میں سے منتخب مطالعے کی حوصلہ افزائی کرتا ہے۔ اسی لیے طلبہ میں باقاعدہ مطالعے کی عادت پیدا نہیں ہوتی ہے۔ اندازے (گیس پیپرز) کے کاموں نے طلبہ کی مطالعے کی عادات پر بڑا خراب اثر ڈالا ہے۔ اس کا واحد حل یہ ہے کہ امتحانی پرچوں میں مختصر سوال و جواب کی تعداد بڑھائی جائے تاکہ پورے نصاب کا احاطہ ہو سکے۔

اس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ طلبہ اپنے نصاب کو تفصیل سے پڑھ سکیں گے۔ نقل اور امتحانی نظام میں ناجائز ذرائع کے استعمال نے ان کی اہمیت کو بہت کم کر دیا ہے۔ اس لیے امتحانی نظام میں سخت نظم و ضبط کی ضرورت ہے۔ ایک اور پہلو داخلوں کے لیے داخلہ امتحان یا انٹری ٹیسٹ کا انعقاد ہے۔ اس سے طلبہ میں مطالعہ کی عادت کو پروان چڑھانے میں مدد ملے گی۔

8۔ فنّی اور پیشہ ورانہ تعلیم: (ٹیکنیکل اور ووکیشنل تعلیم):

جدید عہد فنی اور پیشہ ورانہ تعلیم کا عہد ہے جس کی بدولت اقتصادی اور صنعتی ترقی کو برقرار رکھنے میں مدد ملتی ہے۔ اسی لیے حکومت نے ملک میں فنی اور پیشہ ورانہ تعلیم کو بہتر بنانے کے لیے خصوصی توجہ دی ہے۔ ہر ضلعی صدر مقام پر پولی ٹیکنیک ادارے (انسٹیٹیوٹ) کھولے گئے ہیں۔ ان اداروں میں میٹرک میں کامیاب شدہ طلبہ کو اہلیت کی بنیاد پر داخل کیا جاتا ہے۔ طلبہ کو فنی (ٹیکنیکل) تعلیم کا ڈپلومہ عطا کیا جاتا ہے۔ حکومت نے ملک بھر میں ایسے فنی منصوبے شروع کیے ہیں جن کا مقصد ان فنی تعلیم کے اداروں کو آلات و ساز و سامان کی سہولتیں فراہم کرنا، فنی تعلیم کے نصاب کو بہتر بنانا اور فنی تعلیم مہیا کرنے والے اساتذہ تیار کرنا ہے۔ حکومتِ پاکستان نے ایک سائنسی تعلیم کا آغاز کیا ہے۔ اس کا مقصد ریاضی، سائنس اور کمپیوٹر سائنس کی تعلیم کے نصابوں کے معیار کو بہتر کرنا ہے۔ ان نصابوں سے تقریباً چھ ملین طلبہ فیض یاب ہوں گے۔

حکومت پاکستان نے صوبہ خیبر پختونخوا میں ٹوپی (Topi) کے مقام پر غلام اسحاق خان انسٹیٹیوٹ آف ٹیکنالوجی قائم کیا ہے جو فنی تعلیم کا سب سے زیادہ معیاری اور جدید ادارہ ہے۔ اس کا معیار بین الاقوامی سطح کا ہے۔

فیصل آباد میں ایک پیشہ ورانہ اور فنی تربیت اور ٹیکسٹائل کا ادارہ قائم کیا گیا ہے جو کپڑے کی صنعت کے ماہرین تیار کرتا ہے۔

سندھ میں پولی ٹیکنیک ادارے اور کالج کراچی، حیدرآباد، بدین، نواب شاہ اور سکھر میں ہیں۔ سندھ میں ہر ضلعی صدر مقام پر ٹیکنیکل انسٹیٹیوٹ بھی قائم کیے گئے ہیں۔

حکومت فنی اور پیشہ ورانہ تعلیم پر اس لیے زور دے رہی ہے تاکہ سند یافتہ، قابل اور تعلیم یافتہ فنی ہاتھ تیار کیے جا سکیں جو بین الاقوامی منڈی (مارکیٹ) میں مقابلے کے لیے اعلیٰ معیاری فنی مصنوعات تیار کر سکیں۔ حکومت فنی اور پیشہ ورانہ تعلیم کی بہتری پر کثیر رقم خرچ کر رہی ہے۔

9۔ اعلیٰ تعلیم:

اعلیٰ تعلیم نے جامعات کی نگرانی اور انتظام میں گزشتہ بیس سالوں میں زیادہ تیزی سے ترقی کی ہے۔ قیامِ پاکستان کے وقت ملک میں صرف ایک جامعہ (پنجاب یونیورسٹی) تھی اور سندھ یونیورسٹی (جامشورو) کا منصوبہ زیرِ غور تھا۔ جبکہ 2004ء میں سرکاری جامعات کی تعداد 53 اور نجی شعبے میں 44 تھی۔ نجی شعبے میں ہر سال دو تا تین جامعات کا اضافہ ہو رہا ہے۔ مارچ 2002ء میں ورچوئل یونیورسٹی قائم کی گئی۔ اس کی پورے ملک میں مندرجہ ذیل شاخیں کھولی گئی ہیں۔

☆ پنجاب 82 (صرف لاہور میں 21 اور بقیہ پنجاب کے دیگر شہروں میں)

☆ سندھ 27 (کراچی میں 24 اور 3 سندھ کے دیگر شہروں میں)

☆ صوبہ خیبر پختونخوا 9 (پشاور میں 3 ایبٹ آباد میں 2 اور دیگر چار شہروں میں ایک ایک)

☆ بلوچستان 3 (کوئٹہ میں ایک اور دیگر شہروں میں دو)۔

اعلیٰ تعلیم کے سلسلے میں ایک عظیم پیش رفت 14 اگست 2002ء کو اعلیٰ تعلیمی کمیشن (ہائیر ایجوکیشن کمیشن) کا قیام تھا۔ اس کمیشن کے سامنے مندرجہ ذیل اہداف تھے۔

☆ 2005ء تک اعلیٰ تعلیم تک رسائی کی شرح 2.6 فیصد سے بڑھا کر 5 فیصد کرنا۔

☆ 2005ء تک داخلوں کی تعداد ایک لاکھ سے دو لاکھ تک بڑھانا۔

☆ 2005ء تک اعلیٰ تعلیم کے مجموعی قومی آمدنی (جی ڈی پی) کا مختص حصہ 0.39 فیصد سے ایک فیصد تک بڑھانا۔

☆ 2005ء تک فنون سے سائنس و ٹیکنالوجی میں طلبہ کی شرح 70.30 کی نسبت سے بدل کر 50.50 کر دینا۔

☆ تمام سرکاری جامعات میں اطلاعاتی فنیت (انفارمیشن ٹیکنالوجی) کی تعلیم متعارف کرانا۔

10۔ شعبۂ تعلیم میں مسائل:

پاکستان میں شعبہ تعلیم میں مندرجہ ذیل اصل مسائل ہیں:

(i) جاگیرداروں (زمینداروں) کا طرزِ عمل:

غریب بچوں کی تعلیم کی راہ میں جاگیردارانہ نظام سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔ والدین اتنے غریب ہیں کہ بمشکل ہی اپنے بچوں کی تعلیم کے اخراجات برداشت کر سکتے ہیں۔ دوسری جانب دیہی علاقوں میں جاگیردار اور زمیندار غریب

والدین کے بچوں کی تعلیم کی حوصلہ شکنی کرتے ہیں۔ وہ غریب بچوں سے بہت کم معاوضے پر کام کرانا چاہتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ دیہی علاقوں میں خواندگی کی شرح میں اضافہ نہیں ہوا ہے۔ خاص طور سے بچیوں کی تعلیم کو بہت نقصان پہنچا ہے۔

(ii) ترکِ تعلیم:

بچوں کی تعلیم کی ہر سطح پر ترکِ تعلیم کی شرح بڑھی ہے۔ تقریباً 85 فیصد بچے پرائمری اسکولوں میں داخل ہوتے ہیں۔ لیکن بمشکل 56 فیصد بچے اپنی پرائمری تعلیم کا پانچ سالہ دور مکمل کرتے ہیں۔ وسطی (مڈل) سطح پر ایک نمایاں اکثریت اپنے تعلیمی دور کے درمیان میں تعلیم ترک کر دیتی ہے۔ ترکِ تعلیم کی سب سے اہم وجہ والدین کی معاشی حالت ہے کیونکہ وہ اپنے بچوں کی تعلیم کے اخراجات برداشت نہیں کر سکتے ہیں۔

(iii) اساتذہ کی غیر حاضری:

دیہی علاقوں میں اساتذہ کی غیر حاضری نے تعلیم کے فروغ کو بری طرح متاثر کیا ہے۔ دیہات میں اساتذہ کی کمی، فرضی یا سایہ (گھوسٹ) اسکولوں اور دیہی اسکولوں کی مؤثر نگرانی کی کمی کا نتیجہ یہ نکلا ہے کہ تعلیم کے فروغ اور ناخواندگی کو مٹانے کی رفتار انتہائی سست ہے۔

(iv) نجی تعلیمی اداروں کی بھاری فیس:

نجی شعبے کے تعلیمی ادارے اپنے اسکولوں میں مہیا کردہ سہولتوں کے مقابلے میں بہت بھاری فی وصول کرتے ہیں۔ اساتذہ سے ضرورت سے زیادہ کام لیا جاتا ہے۔ لیکن انھیں کم تنخواہیں دی جاتی ہیں۔ حکومت کو ایسے اسکولوں کی سخت نگرانی کرنی چاہیے۔ نجی اسکولوں میں صرف رجسٹریشن فی دو سو روپے سے دس ہزار روپے تک ہے جبکہ ماہانہ فی 200 روپے سے ایک ہزار روپیہ بلکہ زیادہ تک ہے۔ ان نجی اسکولوں کے اساتذہ کم تعلیم یافتہ ہیں۔ اسی لیے اُن کا معیار سرکاری اسکولوں کے اساتذہ کے مقابلے میں کم تر ہے۔

(v) سازوسامان کی سہولتوں کی کمی:

تعلیم کے معیار میں پستی اور زوال کا ایک سبب پرائمری اسکولوں میں سازوسامان و آلات کی سہولتوں کی کمی بھی ہے۔ تقریباً پچیس ہزار اسکولوں کی باقاعدہ عمارتیں نہیں ہیں۔ اکثر اسکولوں کی نہ چار دیواری ہے اور نہ ہی انھیں بیت الخلا اور صاف پانی کی سہولت میسر ہے۔ ان اسکولوں میں فرنیچر کی کمی ہے۔ دیہی علاقوں میں اکثر اسکول صرف ''واحد کمرہ اسکول'' ہیں اور یہ گارے مٹی اور برادے کے آمیزے سے تیار کیے گئے ہیں۔ یہ سب بہت بری حالت میں

ہیں۔ان اسکولوں میں تعلیم کا معیار بھی بہت پست ہے۔

(vi) درسی کتب کی عدم دستیابی:

درسی کتب کی زیادہ قیمتوں کی وجہ سے بے شمار طلبہ اُنھیں خریدنے کی سکت نہیں رکھتے۔نجی اور انگریزی ذریعہ تعلیم کے اسکولوں میں رائج درسی کتب بہت مہنگی ہیں۔اعلیٰ تعلیم اور پیشہ ورانہ نصابوں کی اکثر درسی کتب درآمد کی جاتی ہیں جو بہت زیادہ مہنگی ہیں۔

(vii) طلبہ کے لیے رہائش:

فنی اور میڈیکل کالجوں کے طلبہ کے لیے ہوسٹل کی رہائش ایک مسئلہ بن گئی ہے۔ان اداروں میں طلبہ کی بڑھتی ہوئی تعداد کے لحاظ سے ہاسٹل کی رہائش مہیا نہیں ہے۔

(viii) سیاسی مداخلت:

تعلیمی اداروں کے انتظامی معاملات اور خصوصاً اساتذہ کے تقرر اور تبادلوں کے معاملات میں کچھ لوگ مداخلت کرتے ہیں۔اہلیت کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے اور تقرریوں میں جانب داری ہوتی ہے یا سیاسی سفارشیں کی جاتی ہیں۔

11۔ تعلیم میں نئے رجحانات بشمول اطلاعاتی فنیّت (انفارمیشن ٹیکنالوجی)

بیسویں صدی کے اختتام اور اکیسویں صدی کے آغاز پر انسانی ترقی و فروغ کے تمام شعبوں میں بہت تیزی سے تبدیلیاں آئی ہیں۔صنعت و تجارت و کاروبار اور بینکاری اور بیمہ کاری کے نظام بہت پیچیدہ ہو گئے ہیں۔اس مسئلے کو حل کرنے کے لیے انتظامی علوم کے شعبوں نے بہت نمایاں کردار ادا کیا ہے۔تجارتی انتظامیہ (بزنس ایڈمنسٹریشن) نے دفتری انتظامیہ کا نیا نظام متعارف کرایا ہے جس میں کمپیوٹر کو برتری حاصل ہے۔جامعات میں بینکاری، ہوٹل انتظامیہ، سیاحت اور سرمایہ کاری حسابات کے نئے شعبے کھولے گئے ہیں۔ان تمام شعبوں کے لیے سب سے زیادہ مقبول و معروف ادارہ لاہور یونیورسٹی آف مینجمنٹ سائنسز (لمس) ہے۔

اطلاعاتی فنیت (انفارمیشن ٹیکنالوجی۔آئی ٹی) مواصلات (ٹیلی کمیونیکیشن) کے میدان میں جدید اختراع ہے۔
اس فنیت کی بدولت اعداد و شمار (معطیات یا ڈیٹا) انٹرنیٹ کے ذریعے ہزاروں کلومیٹر اور ایک مقام سے دوسرے مقام تک منتقل کیے جاسکتے ہیں۔افراد اور اداروں نے اپنی اپنی ویب سائٹس تخلیق کی ہیں جو پلک جھپکتے ہی تمام مطلوبہ معلومات مہیا کر دیتی ہیں۔گھر بیٹھے ہوئے انٹرنیٹ رقوم کے تبادلے، درآمد و برآمد اور تحقیقاتی مواد کے حصول کا تیز رفتار ذریعہ بن گیا

ہے۔اطلاعاتی فنیت کے لیے مہارت اور ہنرمندی کی ضرورت ہے تاکہ ان مشینوں کو چلایا جاسکے۔پاکستان میں اطلاعاتی فنیت کے میدان میں سب سے اہم چیلنج اس میدان کے ماہرین کی دستیابی ہے۔بھارت اس میدان میں خود کفیل ہو گیا ہے اور اُس کے ہزاروں ماہرین کی امریکا، برطانیہ اور جرمنی میں مانگ ہے۔

پاکستان میں بھی آئی ٹی کی اہمیت کو تسلیم کر لیا گیا ہے۔ترجیحی بنیادوں پر سرمایہ کاری کا آغاز ہو گیا ہے۔کمپیوٹر ہارڈ ویئر اور سوفٹ ویئر تیار کیے جا رہے ہیں۔سات آئی ٹی (اطلاعاتی فنیت) جامعات قائم کی جارہی ہیں جن میں سے پانچ سرکاری اور دو نجی شعبے میں ہوں گی۔دو آئی ٹی جامعات بنام کومسیٹس (Comsats) اور فاسٹ (Fast) نے کام شروع کر دیا ہے۔حکومت پاکستان نے عمومی جامعات کو بھی آئی ٹی کا شعبہ قائم کرنے کا مشورہ دیا ہے۔

اطلاعاتی فنیت (انفارمیشن ٹیکنالوجی) کو چار ہزار سے زائد تعلیمی اداروں تک پھیلا دیا گیا ہے جس میں نجی شعبے کے تعاون کے ساتھ اسکول بھی شامل ہیں۔پورے ملک میں سینکڑوں آئی ٹی ادارے سماروغ (Mushroom) کی طرح پھیل گئے ہیں۔لیکن نہ ہی اُن کے پاس ضروری آلات ہیں اور نہ ماہر اساتذہ۔ایسے ادارے آئی ٹی کے بارے میں منفی تاثرات پیدا کر رہے ہیں۔حکومت کو ایسے اداروں کے پھیلاؤ پر نظر رکھنی چاہیے۔پاکستان میں اطلاعاتی فنیت (آئی ٹی) کا بہت روشن مستقبل ہے۔کثیر تعداد میں غیر ملکی کمپنیاں وسیع پیمانے پر اس میدان میں سرمایہ کاری کر رہی ہیں۔

تعلیم کے میدان میں اطلاعاتی فنیت (انفارمیشن ٹیکنالوجی) کے بھرپور پروگرام مندرجہ ذیل ہیں۔

(i) ہر درجے پر اطلاعاتی فنیت (انفارمیشن ٹیکنالوجی) کے اطلاق سے پاکستان کے نظام تعلیم کو جدید بنانا۔

(ii) انٹرنیٹ کے ذریعے تحقیق اور جدید و تازہ اطلاعات و معلومات تک رسائی حاصل کرنا۔

(iii) ہر عمر کے بچوں میں اطلاعاتی فنیت کو مقبول بنانا اور اُنھیں آئندہ عشروں کے لیے تیار کرنا۔

(iv) کمرۂ جماعت میں تعلیم کے آلۂ کار کے طور پر کمپیوٹر کے مختلف کرداروں پر زور دینا۔

(v) اساتذہ کی تربیت اور دیگر تعلیمی سرگرمیوں کے لیے رسل و رسائل کی ٹیکنالوجی کو استعمال کرنا۔

مشق

(الف) مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات دیجیے:

1۔ کسی ملک کی ترقی میں تعلیم کی اہمیت بیان کیجیے۔

2۔ قومی تعلیمی پالیسی (1998ء تا 2010ء) میں بیان کردہ تعلیم کے اہم پہلوؤں پر روشنی ڈالیے۔

3۔ تعلیم کی سماجی و ثقافتی اہمیت بیان کیجیے۔

4۔ پاکستان میں رسمی تعلیم کی ساخت کس قسم کی ہے؟

5۔ تعلیم کی ثانوی سطح پر نصاب کے اہم اجزا کیا ہیں؟

6۔ تربیتِ اساتذہ پر ایک نوٹ تحریر کیجیے۔

7۔ پاکستان میں فنی (ٹیکنیکل) اور پیشہ ورانہ تعلیم کی اہمیت بیان کیجیے۔

8۔ پاکستان میں تعلیم کے شعبے میں اہم مسائل کیا ہیں؟

9۔ پاکستان میں تعلیم کے میدان میں انفارمیشن ٹیکنالوجی (اطلاعاتی فنیت) کے کیا مقاصد ہیں؟

(ب) خالی جگہوں کو مناسب الفاظ سے پُر کیجیے:

(i) ---------- کے بغیر حقیقی ترقی نہیں ہوسکتی۔

(ii) پاکستان میں پہلی تعلیمی کانفرنس ---------- میں منعقد ہوئی۔

(iii) لازمی پرائمری تعلیم کا ایک ---------- میں نافذ ہوا۔

(iv) پاکستان میں رسمی نظامِ تعلیم کا آغاز ---------- سے ہوتا ہے۔

(v) پروفیشنل تعلیم میں ----------، ----------، ---------- اور ---------- کی تعلیم شامل ہے۔

(vi) سندھ میں نصابی کتب کی تیاری کی ذمہ داری ---------- کے سپرد کی گئی ہے۔

دسواں باب

پاکستان۔ایک فلاحی مملکت

PAKISTAN - A WELFARE STATE

فلاحی مملکت سے مراد ایک ایسی ریاست ہے جو اپنے شہریوں کی بنیادی ضروریات کا خیال رکھے اور اُنھیں اس قابل بنائے کہ وہ پرامن و پرسکون زندگی گزار سکیں۔ ایسی ریاست کے مقاصد میں جہالت و ناخواندگی، غربت و افلاس اور معاشرے سے ناانصافی کا خاتمہ شامل ہے اور اپنے شہریوں کو ایسے مواقع اور ماحول مہیا کرنا بھی اس کے مقاصد میں شامل ہوتا ہے جس میں تمام شہریوں کو اپنی فطری صلاحیتیں اجاگر کرنے کے مواقع حاصل ہوں۔

یورپ میں جدید فلاحی مملکت کا تصور دولت کی غیر منصفانہ تقسیم کے ردِعمل کے طور پر اُبھرا تھا۔ بیسویں صدی میں تصور بہت واضح اور وسیع ہوگیا اور بے شمار یورپی ممالک نے اپنے شہریوں کی فلاح و بہبود کے لیے اصلاحات متعارف کرائیں۔ زمانہ قدیم میں ریاست کی ذمہ داریاں صرف سرحدوں کی حفاظت، امن و امان برقرار رکھنے اور ملک کے عمومی نظم و نسق تک محدود تھیں لیکن فلاحی ریاست کی ذمہ داریوں میں ایک جانب لوگوں کے جان و مال کی حفاظت شامل ہے تو دوسری جانب اُن کے بنیادی اور اساسی حقوق کا تحفظ بھی۔ اقتصادی طور پر یا دیگر وجوہ سے پس ماندہ اور معذور افراد کی ریاست مدد کرتی ہے تاکہ وہ دوسروں کے ہم پلا زندگی گزار سکیں۔ امریکا، برطانیہ، جرمنی، فرانس، کینیڈا اور آسٹریلیا جیسے جدید ترقی یافتہ ممالک میں سماجی تحفظ و بہبود کے نظام کا نفاذ فلاحی مملکت کے قیام کی جانب اقدامات میں سے ایک ہے۔ فلاحی مملکت میں شہریوں کی بنیادی ضروریات پوری کی جاتی ہیں اور اُن کی فلاح و بہبود ریاست کی اولین ذمہ داری ہوتی ہے۔ اس لیے فلاحی مملکت کے شہری محبِ وطن، بیباک اور صاف گو ہوتے ہیں۔

1۔ فلاحی مملکت کے بارے میں اسلامی نظریہ:

فلاحی مملکت کا تصور کوئی نیا نہیں ہے۔ اسلام نے چودہ سو سال قبل فلاحی مملکت کا تصور پیش کیا تھا اور خلافت راشدہ کے دور (632ء تا 661ء) میں اس پر مکمل طور پر عمل کیا گیا۔ ایک اسلامی فلاحی ریاست کا تصور مندرجہ ذیل کے مطابق ہے۔

(الف) اسلام میں اقتدارِ اعلیٰ اللہ تبارک وتعالیٰ کے پاس ہے۔ ریاست اپنے شہریوں کی جان و مال اور عزت و آبرو کی حفاظت کرتی ہے۔ بلا کسی امتیاز کے انصاف سب کے لیے ہے۔ قانون کی نظر میں سب برابر ہیں۔ افراد کے درمیان فوقیت اور برتری صرف تقویٰ (اللہ کا خوف) کی بنیاد پر ہے۔